بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی

## (طریقہ ءواردات/ جرائم کی نوعیت)

سترہویں اٹھارویں صدی کے دوران مغربی یورپ میں تشکیل پانے والے متعدد تجارتی اداروں میں سے بیشتر حکومتی معاونت رکھنے والی کمپنیاں واسکو ڈے گاما کے تاریخ ساز بحری سفر 1497ء کے بعد وجود میں آئیں، اہم ترین کمپنیوں کو اپنی اپنی حکومتوں کی جانب سے چارٹر ملے جن میں انہیں مقدر بھر علاقہ حاصل کرنے اور وہاں حکومتی امور چلانے کی اجازت دی گئی، مشمول قوانین، کرنسی کا اجراء، معاہدے، جنگ اور انصاف وغیرہ۔ مشہور ترین کمپنیاں ڈنمارک، فرانس، برطانیہ اور ڈچ کی تھیں۔

**برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی** یا **برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی** یا برطانوی شرق الہند کمپنی جسے انگریزی میں (British East India Company) کہا جاتا ہے، جزائر شرق الہند میں کاروباری مواقع کی تلاش کے لیے تشکیل دیا گیا ایک تجارتی ادارہ تھا تاہم بعد ازاں اس نے برصغیر میں کاروبار پر نظریں مرکوز کر لیں اور یہاں برطانیہ کے قبضے کی راہ ہموار کی۔ 1857ء کی جنگ

آزادی تک ہندوستان میں کمپنی کا راج تھا۔ اس کے بعد ہندوستان براہ راست تاج برطانیہ کے زیر نگیں آ گیا۔

دسمبر 1600ء میں لندن میں چند انگریز تاجر اکٹھے ہوئے۔ ہندوستان اس وقت "سونے کی چڑیا" کہلاتا تھا۔ ان تاجروں نے ہندوستان میں تجارت کی غرض سے "ایسٹ انڈیا کمپنی" کے نام سے ایک تجارتی کمپنی کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک معمولی سے سرمائے سے قائم ہونیوالی کمپنی تھی۔ پھر ملکہ برطانیہ کی سرپرستی حاصل کی اور ہندوستان پہنچنے کے منصوبے بنانے لگے۔ بالاخر اگست 1608ء میں "ہیکٹر" نامی ایک 500 ٹن وزنی بحری جہاز جنوبی ہندوستان کی بندرگاہ "سورت" میں لنگر انداز ہوا۔ اس وقت سلطنت مغلیہ اپنے عروج پر تھی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہزاروں میل دور سے آنے والے اس جہاز کے مفلوک الحال ملاح کسی دن اتنی بڑی سلطنت کے مالک بن جائینگے لیکن ایسا ہو گیا۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے مالک بن گئے اور یہ کام انہوں نے ہمارے میر جعفروں سے لیا جو بکثرت انہیں مل گئے۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا برطانوی جہاز تھا جسے کیپٹن ہاکن نامی شخص کمانڈ کر رہا تھا۔ 1613ء میں اس نے سورت کے مقام پر پہلی کوٹھی قائم کی اس زمانے میں اس کی تجارت زیادہ تر جاوا اور سماٹرا وغیرہ سے تھی۔ جہاں سے مصالحہ جات برآمد کر کے یورپ میں بھاری داموں بیچا جاتا تھا۔

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان کی تاریخ میں کوئی دو سو سال تک ایک اہم قوت کے طور پر موجود رہی، کمپنی کو ایسٹ انڈیز کی تجارت میں اجارہ دیا گیا اور ساتھ ہی یہ

رسمی پابندی لگائی گئی کہ وہ کسی عیسائی بادشاہ کے سابقہ تجارتی حقوق نہیں چھینے گی۔ اسٹاک ہولڈرز میں سے منتخب کردہ ایک گورنر اور 24 ڈائریکٹر اس کا انتظام چلاتے تھے۔ کمپنی نے 1601ء اور 1610ء کے درمیان ہندوستان میں مدراس اور بمبئی کے مقام پر اپنی اولین فیکٹریاں یا تجارتی چوکیاں قائم کیں۔ 1623ء میں جب ولندیزیوں نے انگریزوں کو جزائر شرق الہند سے نکال باہر کیا تو ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی تمام تر توجہ ہندوستان پر مرکوز کردی اور1650ء 1655ء میں کمپنی نے مقابل کمپنیوں کو ضم کرلیا، جنہیں کامن ویلتھ اور پروٹیکنو کریٹ کے تحت انکارپوریٹ کیا گیا۔ 1657ء میں اولیور کروپ ویل نے اسے ہندوستانی تجارت پر حقوق رکھنے والی واحد جوائنٹ اسٹاک کمپنی کے طور پر دوبارہ منظّم کیا، چارلس دوم کے عہد میں کمپنی کو تجارتی مراعات کے علاوہ حقوقِ حاکمیت بھی مل گئے۔1662ء میں بمبئی بھی اس کے حلقہ اثر میں آگیا اور کچھ عرصہ بعد شہر ایک اہم تجارتی بندرگاہ بن گیا۔ 1689ء میں کمپنی نے علاقائی تسخیر بھی شروع کردی ، کمپنی نے بنگال، مدراس، بمبئی میں انتظامی صوبے (پریذیڈنسی) قائم کرنے کے ساتھ ہندوستان میں اپنی طویل حکومت شروع کی۔

لائسنس کے بغیر نئے تاجروں کی آمد متواتر کمپنی کیلئے پریشانی کا باعث بنتی رہی۔ 1698ء میں نئے نجی تاجروں مل کر نیو کمپنی یا انگلش کمپنی بنالی۔ تاہم 1702ء میں پارلیمنٹ نے دونوں کمپنیوں کو ضم کرکے The United Company of

"Merchants of England to the East Indies" بنالی۔ اٹھارویں صدی کے دوران چارٹر کی کئی مرتبہ تجدید کی گئی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی اگرچہ ایک تجارتی کمپنی تھی مگر ڈھائی لاکھ سپاہیوں کی ذاتی فوج رکھتی تھی۔ جہاں تجارت سے منافع ممکن نہ ہوتا وہاں فوج اسے ممکن بنادیتی۔

1729ء میں ڈنمارک کے بادشاہ فریڈرک چہارم نے کمپنی چارٹر کی، برطانیہ اور ڈنمارک کے درمیان جنگ میں ڈینش بحری طاقت کی تباہی کے نتیجے میں ڈینش کمپنی کی طاقت ختم ہوگئی، انڈیا میں اس کی املاک تامل ناڈو اور ترانکو بار اور بنگال میں سیرامپور 1845 میں برطانیہ خرید لیں۔

ہندوستان پر قبضے کی صحیح معنوں میں ابتداء 1757ء میں جنگ پلاسی سے ہوئی جس میں انگریز آفیسر رابرٹ کلائیو کی زیر نگرانی بنگال کے گورنر نواب سراج الدولہ (جو فرانس کا اتحادی تھا) کے خلاف 23 جون 1757ء کو مرشد آباد سے جنوب میں پلاسی کے مقام پر شکست دی گئی۔ اس وقت بنگال کے گورنر نواب سراج الدولہ کی فوج کا سپہ سالار میر جعفر تھا جو نواب کا داماد بھی تھا۔ نواب کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی۔ انگریزوں نے میر جعفر کو گورنر بنگال بنانے کا لالچ دیکر ساتھ ملایا۔ میر جعفر کی کوششوں سے اور بھی بہت سے کمانڈر انگریزوں کے ساتھ مل گئے۔ اب انگریزوں نے نواب سراج الدولہ کو جوش دلایا تو نواب انگریزوں کو زیر کرنے کے لئے اپنی بہت بڑی فوج دریائے بھیگرا تھی کے کنارے میدان جنگ میں لے آیا۔ اس وقت نواب کی فوج 50 ہزار پیادہ، 18 ہزار گھڑ سوار، 53 عدد بھاری توپوں پر مشتمل تھی جبکہ اسکے

مد مقابل رابرٹ کلائیو کے پاس 750 انفنٹری، 150 توپخانے کے لوگ اور تقریبا دو ہزار دیسی سپاہی تھے جن میں ریکروٹ بھی شامل تھے۔ اس فوج کے علاوہ 8 عدد چھوٹی توپیں اور دو مارٹر گنز موجود تھیں۔ نواب سراج الدولہ کی اتنی بڑی فوج تھی کہ دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ بہر حال کلائیو نے دلیرانہ فیصلہ کیا اور حملے کے غرض سے دریا عبور کیا۔ نواب کی فوج نے اس چھوٹی سی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ میر جعفر کو اپنی فوج کے ساتھ حملہ کرنا تھا۔ اس نے کچھ بے مقصد سی چالیں چلیں لیکن حملہ نہ کیا۔ نواب سراج الدولہ نے جنگ کا پانسہ بدلتے دیکھ کر اپنی زندگی اور عزت کے تحفظ کی خاطر میر جعفر کے قدموں پر پگڑی پھینکی جسکا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ شام کو نواب سراج الدولہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ یوں میدان انگریزوں کے ہاتھ رہا۔ حیران کن بات ہے کہ اس جنگ میں رابرٹ کلائیو کے صرف 22 آدمی مارے گئے اور 50 زخمی ہوئے۔ دوسرے دن کلائیو میر جعفر سے ملا۔ اسکا شکریہ ادا کیا اور بنگال کی گورنری کی مبارک باد دی۔ یوں لارڈ کلائیو بنگال کا مالک بنا۔ رابرٹ کلائیو نے اپنی زندگی کی ابتداء کلرکی سے شروع کی تھی۔ دورِ کلرکی میں سازشوں میں مہارت حاصل کرلی اور ان سازشوں کیوجہ سے ترقی کی منازل طے کرتا ہوا لارڈ لائیو اور ہندوستان کا وائسرائے بن گیا۔ ہندوستان آکر اسے اپنی مہارت سے فائدہ اٹھانے کا کھل کر موقع ملا۔ یہاں کے لوگ اسکے سازشی ذہن کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھے۔ لہٰذا اُسے گل کھلانے کیلئے میدان خالی اور زمین زرخیز ملی۔ اُس نے بنگال پر قبضے کا منصوبہ بنایا۔ کمپنی کے اعلیٰ ترین افسران نے بنگال میں یکے بعد دیگرے کئی نواب مقرر

کئے اور ہر ایک سے رشوت لے 26 لاکھ پونڈ بٹور لئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجیں اکثر مقامی حکمرانوں کو اجرت کے عوض فوجی خدمات فراہم کرتی تھیں۔ لیکن ان فوجی اخراجات سے مقامی حکمران جلد ہی کنگال ہو جاتے تھے اور اپنی حکمرانی کھو بیٹھتے تھے۔ اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کی سلطنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ انگریزوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے نتیجے میں 1765ء میں لارڈ کلائیو مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی سے مشرقی صوبوں بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی (ٹیکس وصول کرنے اور عوام کو کنٹرول کرنے کے حقوق) چھبیس لاکھ روپے سالانہ کے عوض حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ دیوانی حاصل کرنے کے بعد انگریزوں نے رفتہ رفتہ اپنے پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے اور ان مہاراجوں پر بھی تسلط حاصل کرلیا جو مغلیہ سلطنت کے زوال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اپنے صوبوں کی خود مختیاری کا اعلان کر چکے تھے۔ ان میں سے چند مہاراجے ہندو تھے جو دوسری مغربی طاقتوں کی مدد سے مغل شہنشاہ کے خلاف بغاوت کر چکے تھے۔ ان کے خلاف کامیاب فوجی کاروائی کرتے ہوئے انگریزوں کو ملک کے ایک بڑے حصے پر کنٹرول حاصل ہوگیا۔ 1771ء میں کمپنی کے پاس صرف 187 یورپی سول افسران تھے جو بنگال میں تعینات تھے اور تین کروڑ لوگوں پر حکومت کرتے تھے۔ فوج میں بھی عموماً آدھے سے زیادہ لوگ ہندوستانی ہوا کرتے تھے۔

( 78–1876کے جنوبی ہندوستان کے قحط زدگان۔ انگریز اس زمانے میں بھی ہندوستان سے غلہ برآمد کرتے رہے۔
اس قحط میں لگ بھگ 70 لاکھ لوگ مر گئے۔ )

بنگال کے قحط (1769ء - 1770ء) نے کمپنی کے افسران کو امیر بننے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔ چاول جو ایک روپے میں 120 سیر ملتا تھا اب ایک روپے میں صرف تین سیر ملنے لگا۔ ایک جونیئر افسر نے اس طرح 60,000 پاونڈ منافع کمایا۔

Cornelius Wallard کے مطابق ہندوستان میں پچھلے دو ہزار سالوں میں 17 دفعہ قحط پڑا تھا۔ مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کے 120 سالہ دور میں 34 دفعہ قحط پڑا۔ مغلوں کے دور حکومت میں قحط کے زمانے میں لگان (ٹیکس) کم کر دیا جاتا تھا مگر ایسٹ انڈیا

کمپنی نے قحط کے زمانے میں لگان بڑھا دیا۔ Warren Hastings کے مطابق لگ بھگ ایک کروڑ افراد بھوک سے مر گئے جو کل آبادی کا ایک تہائی تھے۔ لوگ روٹی کی خاطر اپنے بچے بیچنے لگے تھے۔

برطانیہ کے ہاوس آف کامنز نے 1813ء میں ( Thomas Munroe جسے 1820ء میں مدراس کا گورنر بنایا گیا) سے جاننا چاہا کہ آخر صنعتی انقلاب کے بعد برطانیہ کے بنے ہوئے کپڑے ہندوستان میں کیوں نہیں بک رہے تو اس نے جواب دیا کہ ہندوستانی کپڑے کہیں زیادہ بہتر کوالٹی کے ہوتے ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ میں ایک ہندوستانی شال سات سال سے استعمال کر رہا ہوں مگر وہ آج بھی نئی جیسی ہے۔ اگر کوئی مجھے یورپ کی بنی شال تحفے میں بھی دے تو میں اسے استعمال نہیں کروں گا۔

برطانیہ میں بنے کپڑے کو ہندوستان میں مقبول بنانے کے لیے ہندوستان کی کپڑے کی صدیوں پرانی صنعت کو بڑی بے رحمی سے تباہ کیا گیا۔ اگر کوئی جولاہا کپڑے بیچتا ہوا نظر آ جاتا تو اس کے ہاتھ کا انگوٹھا کاٹ دیا جاتا تھا تاکہ وہ زندگی بھر کپڑا نہ بن سکے۔ کسانوں کی آمدنی پر ٹیکس 66 فیصد کر دیا گیا جو مغل دور میں 40 فیصد تھا۔ روز مرہ استعمال کی عام اشیاء پر بھی ٹیکس عائد کیے گئے جن میں نمک بھی شامل تھا۔ اس سے نمک کی کھپت آدھی ہو گئی۔ نمک کم استعمال کرنے کی وجہ سے غریب لوگوں کی

صحت سخت متاثر ہوئی اور ہیضے اور لو لگنے کی وجہ سے ہونے والی اموات میں بڑا اضافہ ہوا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ڈائریکٹر ہنری جارج ٹکر نے1823 ء میں لکھا کہ اس طرح ہندوستان کو ایک صنعتی ملک کی حیثیت سے گرا کر ایک زراعتی ملک بنا دیا گیا ہے۔(تاکہ انگلستان کا مال ہندوستان میں بیچا جاسکے (India is thus reduced from the state of manufacturing to that of an agricultural country. (Memorials of the Indian Govt. being a selection from the papers of Henry St. George Tucker London, 1853 Page 494)

1814ء سے1835 ء تک برطانیہ کے بنے کپڑے کی ہندوستان میں فروخت میں 51 گنا اضافہ ہوا جبکہ ہندوستان سے برطانیہ آنے والی درآمدات صرف چوتھائی رہ گئیں۔ اس دوران ڈھاکہ جو کپڑا سازی کا بڑا مرکز تھا اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے گر کر صرف بیس ہزار رہ گئی۔ گورنر جنرل ویلیم بنٹنک نے1834 ء میں اپنی رپورٹ میں لکھا کہ معاشیات کی تاریخ میں ایسی بدترین صورتحال کی مثال نہیں ملتی۔ ہندوستانی جولاہوں کی ہڈیوں سے ہندوستان کی زمین سفید ہو گئی ہے۔

1784ء میں انڈیا ایکٹ کے نام سے بنائے گئے برطانوی حکومت کے ایک محکمے نے کمپنی کو ہندوستانی امور پر سیاسی، فوجی، اور مالیاتی کنٹرول دیا اور آئندہ نصف صدی کے دوران زیادہ تر برصغیر برطانوی کنٹرول میں آگیا۔ 1813ء میں ہندوستان کی تجارت پر کمپنی کا اجارہ ختم کیا گیا اور 1833ء میں چینی تجارت کی اجارہ داری بھی اس

کے ہاتھ سے نکل گئی۔ کمپنی نے 1857ء کی جنگ آزادی تک انتظامی وظائف جاری رکھے۔

( 1884 میں مصور وزلی کی بنائی ہوئی ایک پینٹنگ۔1857 ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد
ہندوستانیوں کو توپ سے اُڑایا جارہاہے۔خون آلودہ سفید لباس لاش کی دہشت میں اضافہ کرتا ہے۔)
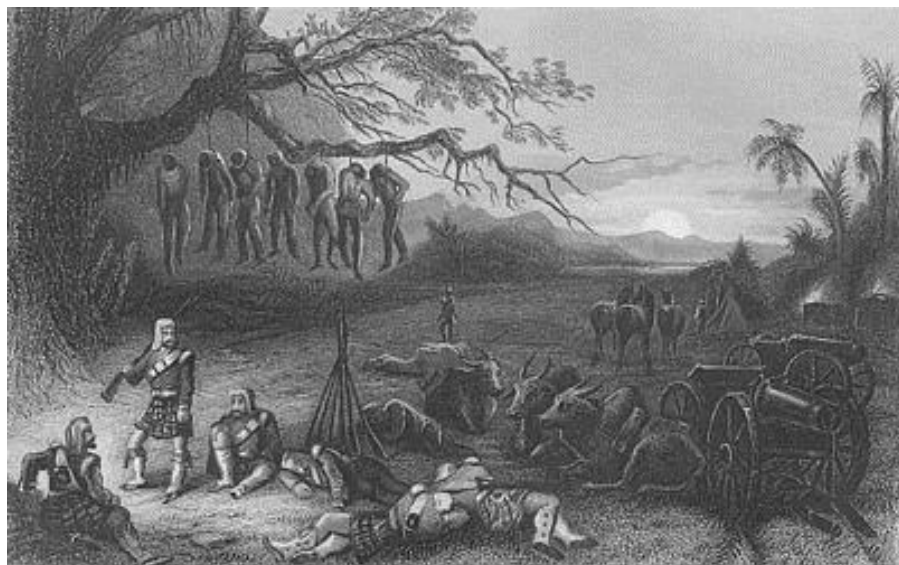
(1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد انگریز دہشت پھیلانے کے لیے ہندوستانیوں کو سرعام پھانسی دیتے تھے۔)

1857ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد انگریزوں نے ہندوستانیوں کو بے دریغ قتل کیا۔ بے شمار گاؤں دیہات جلا دیے اور سارے دیہاتیوں کو پھانسی دے دی۔ شہروں میں امراء کی حویلیاں بارود سے اڑا دی گئیں۔ انگلینڈ میں نئی فوجی بھرتی کے لیے ہمیشہ کی طرح اس جنگ کو بھی مذہب کا روپ دیا گیا۔ معظم پادری نے اپنے وعظ میں کہا کہ ہم نے توکافروں کو مسیحت اور شائستگی جیسی نعمت کی پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے نہ صرف اسے ٹھکرا دیا بلکہ تشدد پر اتر آئے۔ اب تلوار نیام سے نکال لینی چاہیے اور ان سے ہزار گنا بڑا بدلہ لینا چاہیے۔ لندن کے اخبار "دی ٹائم" میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہاں ہر درخت کی شاخ پر باغی کی لاش ہونی چاہیے۔ اور واقعی یہی کیا گیا۔ دہلی میں کوئی درخت ایسا نہ تھا جس

سے کوئی لاش نہ لٹک رہی ہو۔ ایک سال تک ان لاشوں کو ہٹانے کی اجازت نہ تھی۔ کانپور میں ایک برگد کے درخت سے 150 لاشیں لٹک رہی تھیں۔

عظیم مفکر جان اسٹوارٹ مل (1806-1873) بھی ہندوستان کے انسانوں اور وسائل کو نوچنے، لوٹنے، کھسوٹنے اور قتل عام کرنے والی ایسٹ انڈیا کمپنی کے باوقار اور وفادار اعلی افسر تھے.

نک روبنس اپنی کتاب The Corporation that Changed the World میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بارے میں لکھتے ہیں"اس کمپنی نے معیشت کی تاریخ بالکل بدل دی۔ صدیوں سے دولت کا بہاو مغرب سے مشرق کی طرف تھا۔ روم کے عروج کے زمانے سے یورپ تجارت کے لیے ایشیا کا مرہون منت تھا اور مصالحہ، کپڑے اور نفیس اشیاء کے بدلے سونا اور چاندی ادا کرتا تھا۔ انگلینڈ کے پاس ایسا کچھ نہیں تھا جسے مشرق خریدنا پسند کرتا۔ جنگ پلاسی سے پہلے تجارتی توازن سارے ممالک کے خلاف اور بنگال کے حق میں تھا۔ بنگال وہ جگہ تھی جہاں جاکر یورپ کا سونا چاندی گُم ہو جاتا تھا اور جہاں سے یورپ کا سونا چاندی واپس آنے کے امکانات صفر تھے۔ 1773ء تک سونے چاندی کے بہاو کا رخ پلٹ چکا تھا۔ 1600ء میں ہندوستان اور چین کی معیشت یورپ کی معیشت سے دوگنی تھی۔ 1874ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہوا اس وقت یورپ کی معیشت

ہندوستان اور چین کی معیشت کا دگنا ہو چکی تھی۔ اس کمپنی نے ساری دولت لوٹ کر انڈیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی نے محمد شاہ رنگیلے (1719ء-1748ء) کے نام پر چاندی کا روپیہ جاری کیا تاکہ شمالی ہندوستان میں تجارت کر سکیں۔ یہ پانڈے چری میں ڈھالا جاتا تھا۔

جب انگریز ہندوستان آیا تو یہاں کی دولت لوٹنے کے لیے کاغذی نوٹ کو رواج دینے کی کوشش میں لگ گیا۔ ہندوستان باقی دنیا کو بہت زیادہ مالیت کا سامان تجارت برآمد کرتا تھا جبکہ درآمدات کم تھیں۔ یعنی تجارت کا توازن ہندوستان کے حق میں تھا۔ انگریزوں کو اس مال کے بدلے ہندوستان کے لوگوں کو سونا یا چاندی ادا کرنی پڑتی تھی جو وہ نہیں دینا چاہتے تھے۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ اگر ہندوستان میں بھی کاغذی نوٹ کا رواج پڑ جائے تو صرف کاغذ چھاپ چھاپ کر مال خریدا جا سکتا ہے۔ اس وقت ہندوستانیوں کو بینکاری اور کاغذی نوٹوں کا بالکل تجربہ نہیں تھا جبکہ انگریز اس میں ماہر تھا۔ ہندوستان کے لوگوں کو بینکاری کی عادت ڈالنے کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے سے ہی ڈاک خانوں میں پوسٹل سیونگ بینک بنائے گئے جن سے متوسط اور نچلے طبقے کے پاس محفوظ سونا چاندی بٹورنا ممکن ہو گیا۔ 1879 میں ان پوسٹل سیونگ بینکوں کی جانب سے 4 فیصد سے زیادہ سود دیا جاتا تھا جو بعد میں کم ہوتا چلا گیا۔ اس زمانے میں افراط زر بہت کم ہونے کی وجہ سے یہ ایک معقول منافع تھا۔

انگریز چونکہ ہندوستان سے سونا بٹورنا چاہتا تھا اس لئے اس نے صرف چاندی کے روپے کو سرکاری کرنسی قرار دیا حالانکہ اس وقت برطانیہ میں گولڈ اسٹینڈرڈ نافذ تھا۔ 1835 میں انہوں نے معیارِ نقرہ کا قانون (سلور اسٹینڈرڈ) نافذ کیا جس کے مطابق چاندی کا روپیہ سرکاری سکّہ بن گیا۔ یہ سکّہ پہلے ہی سے بمبئ اور مدراس میں رائج تھا۔ سونے اور چاندی کے ان سکوں کا وزن ایک تولہ یعنی 180 گرین (grain) ہوتا تھا اور یہ 22 قیراط کے ہوتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے جاری کردہ ان چاندی کے سکوں نے (جن پر مغل بادشاہ کا نام نہیں لکھا گیا تھا) جلد ہی مقبولیت حاصل کر لی اور پہلے سے رائج دو در جن طرح کے چاندی کے روپے معدوم ہو گئ۔ حکومت عوام سے سونے کا سکّہ قبول تو کر لیتی تھی مگر عوام کو سونا دینے کی پابند نہیں تھی۔ اسی قانون میں اشرفی (گولڈ مُہر) کی قیمت 15 چاندی کے روپے کے برابر طے کی گئ مگر پھر بھی اس قانون کا نام گولڈ اسٹینڈرڈ نہیں رکھا گیا۔ اس قانون کے ذریعے لوگوں کی توجہ چاندی پر مرکوز کروا کر انگریز حکومت نے بڑی مالیت میں زیر گردش سونے کے سکے اپنے پاس ذخیرہ کر لیے جو بعد میں انگلستان بھجوا دیے گئے۔

جنگ پلاسی میں فتح حاصل ہونے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو 25 لاکھ پاونڈ کا مال غنیمت ہاتھ لگا جبکہ لارڈ کلائیو کو دو لاکھ چونتیس ہزار پاونڈ ذاتی منافع ہوا"۔

ایسٹ انڈیا کمپنی (جو جوہن کمپنی کے نام سے شروع ہوئی تھی) نے ہندوستان کو تجارت کے نام پر لوٹ کر بے حساب دولت کمائی مگر ہندوستانیوں کو شدید کرب و اذیت سے دوچار کیا۔ کمپنی کی تاریخ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں صرف تجارت نہیں چاہتیں بلکہ سیاسی طاقت بھی حاصل کرنا چاہتی ہیں۔

1858ء میں تاج برطانیہ نے ہندوستان کی حکومت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے اور کمپنی کے 24000 آدمیوں کی فوج برطانوی فوج میں شامل ہو گئی۔ یکم جنوری 1874ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا باقاعدہ خاتمہ ہوا۔

انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی دنیا کی پہلی لمیٹڈ کمپنی تھی۔ اس کے 125 شیئر ہولڈرز تھے اور یہ 72000 پاونڈ کے سرمائے سے شروع کی گئی تھی۔

2010ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستانی نژاد برطانوی کاروباری شخصیت سنجیو مہتا نے خرید لیا۔

(ایسٹ انڈیا کمپنی کا پرچم)

مولانا ظفر علی خان ساری عمر انگریز کے خلاف لڑتے رہے، جیلیں کاٹیں، مگر انگریز سے ہار نہ مانی، ان کا خانوادہ بھی اس جدوجہد میں کم و بیش ساتھ ساتھ رہا۔ مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا حامد علی خاں خصوصاً اپنے بڑے بھائی کے شانہ بشانہ ساتھ رہے۔ روزنامہ زمیندار اپنے زمانے کا انگریزوں کے خلاف ہندوستان کی آزادی کے متوالوں کا سب سے بڑا ترجمان تھا۔ مولانا ظفر علی خان زمیندار کے ایڈیٹر تھے۔ اس اخبار نے بھی مولانا کے ساتھ ساتھ بڑے دکھ جھیلے۔

مولانا غلام رسول مہر کے صاحبزادے امجد سلیم علوی نے روزنامہ زمیندار میں شایع ہونے والا ایک مضمون منظر عام پر لائے ہیں، یہ مضمون 17 جنوری 1925 کے دن شایع ہوا تھا۔ حضرت مولانا حامد علی خاں کے مضمون چھوڑے ہوئے ظلم واستبداد کے تمام ہتھکنڈے انگریزوں کے ''دربانوں'' نے، ان ''کالے انگریزوں'' نے ہمارے ملک پاکستان میں ہوبہو اپنا رکھے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں ''ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارفرماؤں نے اپنی ''فاتحانہ دستبرد'' اور ''ہوسِ زراندوزی'' کے جنون میں اس ملک کا تمام نظام تمدن و معاشرت کو یکسر تہہ و بالا کردیا اور اپنے ''مکر و فریب'' اپنے ''جور واستبداد'' اور بڑھتے ہوئے ''اثر واقتدار'' سے فائدہ اٹھا کر ملک کی صنعت و حرفت کی کل کو ایسا بگاڑ دیا کہ پھر اس کے سنورنے کی کوئی صورت بھی باقی نہ رہی۔''

مولانا کے اس مختصر اقتباس میں چند الفاظ کو میں نے نمایاں کیا ہے۔اس پر غور کرتے جائیں اور اپنے پاکستان کے ''خیر خواہوں'' کو یاد کرتے جائیں ''فاتحانہ دستبرد''، ''ہوسِ زراندوزی''، ''جور واستبداد''۔

زراعت کے حوالے سے مولانا لکھتے ہیں ''کیا یہ قیامت نہیں کہ ہندوستان جیسا زرخیز ملک قحط کے باعث بعض اوقات آسٹریلیا تک کے غلے کا محتاج ہوا ہے''۔ مولانا افلاس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''افلاس کا یہ حال ہے کہ ایک ہندوستانی کی آمدنی کا اوسط خود انگریز اہل الرائے کے مطابق تیس روپیہ سالانہ ہے جس کی وجہ سے ملک میں چوری اور بالخصوص گداگری کو بہت فروغ حاصل ہو رہا ہے''۔

زراعت کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے مولانا حامد علی خاں لکھتے ہیں ''انگریزوں کے دور سے پہلے ہندوستان نہایت خوشحال تھا، صنعت و حرفت اور زراعت کا نظام بھی نہایت مستحکم اور سلجھا ہوا تھا، لیکن جہاں جہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کا قدم گیا، اس کے عمال

نے ضایع کے ساتھ ساتھ ابتدا ہی میں یہاں کی زراعت پر بھی خوب ہاتھ صاف کیے اور یہ لہلہاتا ہوا گلزار لمحوں میں مغربی باد سموم کے تند اور خرمن سوز جھونکوں سے خاکِ سیاہ ہو کر ایک بھائیں بھائیں کرتا ہوا بے برگ و گیا ویرانہ رہ گیا" انگریز سے پہلے کے ہندوستان کی آسودہ حالی کا ذکر یوں ہوا ہے "زمینداروں اور صنعتکاروں کی جمعیتیں ہوا کرتی تھیں اور بوقت ضرورت راجہ بھی ان سے قرض لیا کرتا تھا، پھر ہندوستان کی تباہی و بربادی یوں ہوئی کہ ملک کا دیوالیہ نکل گیا"

انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے وقت شہنشاہ دہلی کی حیثیت محض ایک بے خانماں ہرزہ گرکی سی رہ گئی تھی، اور شہنشاہ بالکل معذور و مجبور آدمی تھا، بنگال، بہار، اڑیسہ کی دیوانی لے کر انگریز دیوانے ہوگئے۔ چنانچہ کمپنی نے ایک مقررہ لگان وصول کرنے کے بجائے اراضی کا نیلام شروع کر دیا۔ جو سب سے زیادہ لگان ادا کرتا تھا زمین کاشت کے لیے اسی کو دی جاتی تھی، زمین کو کمپنی اپنی ملکیت سمجھتی تھی اور کاشتکاروں کے حقوق محض لگان کی کمی یا زیادتی پر منحصر تھے۔

تحقیق : سید جہانزیب عابدی

حوالہ جات :

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی ۔ وکی پیڈیا ۔ اردو۔

کاغذی کرنسی ۔ وکی پیڈیا ۔ اردو۔

ایسٹ انڈیا کمپنی اودھم ۔ ایکسپریس اردو